تعارف وتبصرہ

اسلام اور جدید سائنس

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

صفحات ۱۲۰، قیمت ۱۸ روپئے۔ فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور

تمام مذاہب عالم کے برخلاف اسلام ایک ایسا متوازن مذہب ہے جس نے عقل انسانی کو ایک خاص مقام عطا کرکے نئے مسائل کے حل میں اس کے کردار کی تعیین فرمادی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں ہر دور کے علماء اپنے اپنے زمانے کی ضرورت اور انسانوں کی عام عقلی سطح کے مطابق دین کی تشریح وتوضیح کرتے رہے ہیں۔ یہ عمل دراصل ایک طرح کا اجتہاد ہے جس کی صحت کے لیے اسلام کی گہری بصیرت کے ساتھ نئے حالات ومسائل سے کماحقہٗ واقفیت ایک لازمی شرط ہے۔ اگر ایک عالم دین کو جدید حقائق کا صحیح ادراک ہو تو اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ دینِ مبین کی تشریح صحت کے ساتھ کرے گا ورنہ نہیں۔

پیش نظر کتاب جس میں اسلام اور جدید سائنس سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ مصنف کے ذہن میں سائنس کا مفہوم ہنوز پوری طرح واضح نہیں ہے۔ انھوں نے سائنس اور قرآن کے درمیان بعض سطحی مناسبتوں سے متاثر ہوکر یہ رائے قائم کرلی ہے کہ سائنس ایمان کی تقویت کا سبب ہے۔ حالانکہ سائنس کا اندرونی ڈھانچہ کچھ اس انداز سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ایمانیات کی اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

مصنف نے چار ابواب میں کتاب کی تقسیم کی ہے۔ ہم صرف پہلے دو ابواب پر بحث کریں گے۔ اس کی روشنی میں باقی ابواب پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ پہلے باب میں سائنس وٹکنالوجی کو خلافتِ ارض سے منسوب کرتے ہوئے اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے یہاں سائنس کی بے انتہا سادہ تعریف کرکے مسئلہ کو بہت آسان کردیا ہے۔ فرماتے ہیں "سائنس نام ہے دنیا میں پائی جانے والی مادی اشیاء اور ان کی ساخت و

پرداخت کے مطالعے کا"۔ اس طرح علم الاشیاء کو سائنس کا نام دے کر مولانا خلافتِ ارض کو سائنس و ٹکنالوجی سے جوڑ دیتے ہیں۔ سائنس محض علم الاشیاء کا نام ہوتا اور وہ مادّی اشیاء کی بس ساخت و پرداخت پر ہی گفتگو کرتی تو یقیناً مولانا کی بحث بہت بامعنی، مثبت اور کامیاب کہی جاسکتی تھی۔ لیکن سائنس کو اس کے فلسفہ، اس کے زاویۂ نگاہ اور اس کے مقصد سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے پیش نظر میرے خیال میں موجودہ سائنس خلافتِ ارض کے بجائے استحصالِ کائنات کا ذریعہ ہے۔

دوسرے باب میں مولانا نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام اور سائنس کے درمیان مقصد اور طریقۂ کار کی سطح پر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں موصوف نے پہلے اسلام کے نظریۂ کائنات کو چھ نکات میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد اسلام کے علمی انداز سے ـــ جسے وہ دراصل سائنسی انداز سمجھتے ہیں ـــ بحث کی ہے۔ پھر مسلمانوں کی تاریخ سے ہلکا سا خاکہ پیش کرتے ہوئے قارئین کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ فلسفے کے برخلاف سائنس اور اسلام کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ اسی بحث میں مولانا نے اسلامی دور کی بعض شخصیتوں کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ "اُس دور میں سائنس ہمیشہ مذہب کے تابع رہی اور ایک دوسرے سے تعارض و تضاد کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوسکا، جس طرح کہ عصرِ حاضر میں بعض لوگوں کو سائنسی تحقیقات اور مذہبی تعلیمات میں تصادم و ٹکراؤ نظر آتا ہے"۔ (ص ۵۵) اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ سائنس اور مذہب میں کچھ تضاد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مذہب کی تابع نہیں بلکہ اُس سے باغی ہے۔ جس دور میں علم کائنات مذہب کے تابع تھا اس کا نام سائنس نہ تھا اور جب وہ مذہب سے باغی ہوا تو اس کا نام سائنس رکھا گیا۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ سائنس یا سائنسی نقطۂ نظر مذہب سے بغاوت کے ہم معنی ہی ہو کر رہ گئی۔ اس لیے سائنس اور اسلام کے درمیان مفاہمت شاید ایسی ہی مفاہمت ہے جیسی کہ یہودیت اور اسلام کے درمیان پائی جاتی ہے کہ جب ایک مذہب اللہ کی ہدایت یعنی توریت کا پابند تھا تو عین اسلام تھا، لیکن جب یہ پابندی اٹھ گئی تو یہودیت کے نام سے مشہور ہوا گو کہ اسلام کے ساتھ مشابہت پھر بھی باقی رہی۔

مذہب اور سائنس کے درمیان ٹکراؤ کی اصل وجہ مولانا کے نزدیک کلیسا کی نااہلی

ہے۔ میرے خیال میں اس نااہلی میں مسلمان بھی برابر کے شریک ہیں کیونکہ انھوں نے ایک قیمتی علم کو ترک کر کے ساری بساط کلیسائیوں کے ہاتھ میں دے دی اور علم کائنات مذہب سے آزاد ہو کر سائنس کی شکل اختیار کر گیا۔ مولانا کے نزدیک "اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں جو ان غلط نظریات و اوہام کی تردید کر کے علمی و عقلی اور سائنٹفک انداز میں مادیت اور نیچریت اور الحاد و دہریت کا مقابلہ کر سکے" (ص ۵۶) کلیسا کے پیدا کردہ غلط نظریات و اوہام کی علمی، عقلی اور سائنٹفک تردید تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن خود سائنس نے جو مادیت، نیچریت اور الحاد و دہریت پیدا کی ہے، اس کی علمی، عقلی اور سائنٹفک تردید کیسے ہو؟ مولانا نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ ذرا اس کی بھی وضاحت ہو جاتی تو اچھا تھا۔

"تمام انبیاء کی مشترکہ تعلیم" کے عنوان کے تحت مختلف تفاسیر کے حوالے سے مولانا نے طاغوت کی تشریح فرمائی ہے۔ موجودہ اسلوب کے مطابق وہ طاغوت کو "خود ساختہ ازموں" سے تعبیر کرتے ہوتے کیمونزم، سوشلزم، نیشنلزم، فاشزم، ٹیڈی ازم، ہپی ازم وغیرہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس فہرست میں "سائنٹزم" کا اضافہ کر دیا جائے تو مولانا کو اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ علم جدید، علوم عقلیہ، علم کائنات، علم فطرت وغیرہ اصطلاحات آج کل سائنس ہی کے معنی میں استعمال ہوتی ہیں اور سائنس چونکہ وحی کی ہدایت سے آزاد ہو کر وجود میں آئی ہے اس لیے اس لفظ اور اس کے دوسرے اردو متبادل الفاظ کے ساتھ وہ تصورات شامل ہو جاتے ہیں جو دراصل وحی سے آزاد ہونے کی بنا پر اس علم کو اسلام کے ساتھ جوڑنے میں مانع ہیں۔ ابھی تک کوئی ایسی اصطلاح وضع نہیں کی گئی ہے جو اُس مجموعۂ علم کائنات کے لیے استعمال ہو جس میں تجربی علوم اور وحی سے حاصل شدہ علوم کو مناسب اور صحیح جگہ دی گئی ہو۔ (ڈاکٹر) محمد ریاض کرمانی۔

اسلامی معاشرت پر مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

صفحات ۶۶۔ قیمت ۳/ روپیے

ملنے کا پتہ: مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲